سوال

(16) ایک غلط فہمی کا ازالہ

جواب

السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ

الاعتصام عید قربان نمبر کے مقالہ قربانی کا دینی موقف اور منکرین حدیث میں لکھا گیا ہے۔کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کی طرف سے قربانی دیتے تھے۔سوال یہ ہے کہ شیخ عبد القادر کی طرف سے نیاز دینی کیوں منع ہے۔(سراج الدین گوجرانوالہ)

الجواب بعون الوہاب بشرط صحة السؤال

وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ!

الحمد للہ، والصلاة والسلام علیٰ رسول اللہ، أما بعد!

حضرت علی رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے چچا زاد بھائی تھے۔اور آنحضرت ﷺ نے آپ کو وصیت فرمائی تھی۔کہ میری طرف سے قربانی کیا کرنا۔

سنن ابی دائود کتاب الاضاحی میں ہے۔(عون المبعود ص 50 ج 3)

خلاصہ یہ ہے کہ اس قربانی کے متعلق سوال ہونے پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جوابا فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا۔کہ میری طرف سے ہمیشہ قربانی ذبح کیا کرنا بنا بدین میں ہمیشہ آپ ﷺ کی طرف سے قربانی ذبح کرتا ہوں۔کیونکہ یہ قربانی جناب رسالت مآب ﷺ کے ارشاد اور وصیت کے موجب تھی اس لیے اس پر سیدنا شیخ عبد القادر جیلانیؒ یا کسی دوسرے بزرگ کی طرف سے نیاز دینے کا قیاس نہیں ہوسکتا۔

خود آنحضرت ﷺ کی طرف سے اب قربانی دینے کو علماء کرام نے بدعت قرار دیا ہے۔(فتاوی شیخ الاسلام کے حصہ اختیارات ص 54 جلد نمبر 4 میں ہے۔)

یعنی قطعی حق یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کیلئے قربانی بدعت ہے۔(مولانا عطاء اللہ حنیف لاہور اخبار الاعتصام جلد 7 ش 7 لاہور)

مولانا عبد الرئوف صاحب رحمانی جھنڈا نگری۔عید الاضحیٰ میں جانوروں کا زبح کرنا بے رحمی نہیں آپ ﷺ جو رحمة اللعالمین تھے۔جانور کے ساتھ بھی رحم وکرم اور لطف و محبت کا حکم دیا کرتے تھے۔احادیث میں

یا عمیر ما فعل النغیر

کا قصہ مشہور ہے۔جہاں اس سے بچے کے ساتھ لطف اور خوش مزاجی کا ثبوت ملتا ہے۔وہاں نغیر چڑیا کی حالت بھی دریافت کرنے کا ثبوت ملا۔اس طرح ایک اونٹ کا واقعہ کتب

احادیث میں مذکور ہے۔

1۔ وہ جو کام خیر القرون میں ثابت ہو وہ بدعت نہیں ہاں اس میں خصوصیت کا احتمال ہے۔ (سعیدی)

کہ ایک جگہ زخمی اونٹ بلبلانے لگا۔ آپ ﷺ نے اونٹ کے مالک کا پتہ لگا کر اونٹ کے ساتھ ہمدردی کرنے اور دانہ چارہ دینے کیلئے ہدایت فرمائی۔ اس طرح ایک اورواقعہ بھی کتب احادیث میں موجود ہے۔ کہ ایک صحابی کے صاحب زادے چڑیا کے بچے پکڑلائے۔ اور سیدھے نبی کریم ﷺ تک آئے حضور ﷺ نے دیکھا کہ بچوں کی ماں سر پر منڈلا رہی ہے۔ حضور ﷺ نے فوراً بچوں کو چھوڑدینے کا حکم دیا۔ چنانچہ وہ بچے چھوڑدیئے گئے۔ ایک تقریری حدیث سے بلی کے ساتھ محبت و نرمی کرنے کا ثبوت ملتا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ ﷺ نے بلی کا باپ کہا۔ کیونکہ وہ بلی سے زیادہ محبت کرتے تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اکثر اپنے حصہ کا سالیدہ بلی کو کھلا دیتی تھیں۔ بخاری شریف میں ہے کہ ایک بلی کے ستانے پر ہی ایک عورت کو نبی کریم ﷺ نے جہنم کی سزا خبر دی۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں۔

ایک پیاسے کتے کو پانی پلانے پر بڑے اجر و ثواب کا مژدہ آپ نے سنایا (بخاری) اس پر صحابہ کرام نے سوال کیا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ

ہر جاندار پر رحم کرنے میں اجر ہے۔ آپ ﷺ نے ہر قسم کے جاندار کو آگ میں جلانے سے منع فرمایا۔ پس مچھلی وغیرہ کو آگ میں زہرہ ڈال کر بچے تماشہ دیکھتے ہیں۔ ایسا نہ کرنا چاہیے۔ ان سب واقعات سے نبی کریم ﷺ کی رحم دلی اور اچھے سلوک کی تعلیم کا ثبوت ملتا ہے۔ اس موقع پر قدرتاً یہ سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ بقرہ عید کے موقع پر آپ ﷺ نے جانوروں کو ذبح کرنے کا حکم کیوں دیا۔ اس سے تو بے رحمی اور سنگ دلی کا واضح ثبوت ملتا ہے۔ جیسا کہ آریہ اور منکرین حدیث کہا کرتے ہیں۔ دراصل یہ اعتراض ان لوگوں کے دلوں میں اس لئے پیدا ہوتا ہے۔ وہ خالق و مخلوق یا عبد و معبود کے درمیان جو رابطہ ہے۔ اور تعلق ہے۔ اس کی صحیح حقیقت سے یہ لوگ واقف ہی نہیں ہیں۔ وہ عبودیت اور بندگی کے اس ذوق کو کیا سمجھیں کہ جان آفرین کے حکم کی تعمیل کی خاطر جیتے بیٹے کی گردن پر بھی چھری چلائی جاسکتی ہے۔ اور خود اپنے آپ کو بھی توپ کے دھانے کے سامنے لے جاکر کھڑا کیا جاسکتا ہے۔ گزارش یہ ہے کہ جس طرح ایک مریض پر ڈاکٹر عمل جراحی کرتا ہے۔ تو اس کو پہلے کلوروفارم جیسی بے ہوش کن چیز سنگھا کر بے ہوش کردیتا ہے۔ تب آپریشن کرتا ہے۔ اور عضو عضو کو کاٹ ڈالتا ہے۔ اسی طرح جب مسلمان جانور کو قبلہ رخ لٹاتا ہے۔ اور گلے پر چھری چلانا چاہتا ہے۔ تو پہلے دو لفظی لاہوتی نغمہ بسم اللہ۔ اللہ اکبر پڑھ کر جانور کو مست و مدہوش کردیتا ہے۔ اور زبان حال سے یہ کہتا ہے۔ کہ جس خدا نے تیرے اندر روح پھونکی آج اس نام پر اسی کے حکم سے اسی کا ایک ناچیز اور تیری طرح فانی بندہ روح نکالنے کا موجب بن رہا ہے۔ جس طرح میں خدا کے حکم کی تعمیل کیلئے مستعد ہوں تو بھی اسی طرح فرماں بردار ہوجا۔ اس لاہوتی نغمہ کے اثر سے تکلیف و اذیت کا احساس جاتا رہتا ہے۔ خدا کے نام میں یہ تاثیر ہونا کوئی تعجب خیز امر نہیں حضرت اکبر الہ آبادی نے ایک عاشق کے متعلق لکھا ہے۔ کہ مجموعہ سے اس کی نظر بوقت قتل لڑ گئی۔ تو اس لذت و مسرت میں اس کو قتل کئے جانے کا ائمہ ہی محسوس نہ ہوسکا چنانچہ عاشق زار کہتا ہے۔

احساس ہی ایذا کا نہ ہوا ۔ ۔ ۔ فریاد و فغاں میں کیا کرتا

آنکھ اپنی لڑتی قاتل سے ۔ ۔ ۔ جس وقت تہ خنجر تھا گلا

تو اسی طرح جانور کا تعلق خدا جوڑنے اور خدا کی یاد آوری اس کی لذت و مسرت میں محو و گم ہوجانے کیلئے ی لاہوتی نغمہ تجویز کیا گیا ہے۔ چونکہ اسلام نے ہر طرح رحم دلی کا لحاظ رکھا ہے۔ اس لئے پوری شدت کے ساتھ بسم اللہ۔ اللہ اکبر۔ کے نغمہ سے روح کو مدہوش کرنے کے بعد ہی ذبح کرنے کی اجازت دی ہے۔ فرمایا!

فَكُلُوا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ

یعنی جو جانور اللہ کا نام لے کر ذبح کیا جائے اسے کھاؤ۔

معلوم ہوا کہ صرف جانور کی رگوں سے خون نکالنا مقصود ہی نہیں ہے۔ بلکہ بسم اللہ۔ اللہ اکبر۔ کہنا بھی بالفاظ دیگر اس کلوروفارم کا سنگھانا بھی ضروری ہے۔ یا یوں کہا جائے کہ فوج

کو میدان کارزار میں اتارنے سے پہلے فوجی بینڈ اور وطنی ترانہ کے زریعہ مست کرنا بھی ضروری ہے۔ چنانچہ ان جانوروں کا گوشت کھانا منع ہے۔ جو بسم اللہ۔ اللہ اکبر۔ پڑھے بغیر ذبح کردیئے جاتے ہیں۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَلَا تَأْكُلُوا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ

یعنی جس جانور پر ذبح کے وقت اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو اس کا گوشت نہ کھاؤ۔

آخر اس وصولی عمل کی تاکید اس قدر کیوں ہے۔ اس سے صاف سمجھ میں آسکتا ہے۔ کہ اللہ نے بسم اللہ۔ اللہ اکبر۔ کے کلمہ میں کوئی ایسی تاثیر بھی رکھ دی ہے۔ جس سے جانور کو بوقت ذبح ازیت وتکلیف محسوس نہیں ہوتی۔ اور جب اس لاہوتی نغمہ کو سنائے بغیر ذبح کیا جاتا ہے۔ تو جانور کا گوشت حرام ہو جاتا ہے۔ ایک حدیث کے زریعے گوشت بے رحمی کی وجہ سے حرام کر دیا گیا ہے۔ فرمایا!

ما قطع من البهيمة وهي حية فهو ميتة (بیہقی جلد نہم)

یعنی جانور کا جو عضو اس کے زندہ رہنے کی حالت میں اس کے جسم سے جدا کر لیا جائے تو اس ٹکڑے کا کھانا حرام ہے۔ شریعت نے یہاں بھی جانوروں کے گوشت کی حرمت کی وجہ بے رحمی اور سنگ دلی کو قرار دیا ہے۔ حلانکہ عرب میں اونٹ کی کوہان اور دنبہ کی چکی کاٹ کاٹ کر کھاتے رہنے کا عام دستور تھا۔ بہر حال اسلام کے متعلق یہ کہنا کہ وہ بے رحمی کی تعلم دیتا ہے بالکل بے بنیاد ہے۔ اسلام نے اگرچہ زبح کی اجازت دی۔ لیکن اس کے ساتھ یہ بھی حکم دیا ہے کہ

اذا ذبحتم فاحسنوا الذبحة وليحد احدكم شفرته وليمترح ذبيحه (بہقی جلد نہم ص 250)

فرمایا کہ کند چھری سے زبح نہ کرو بلکہ چھری کو تیز کر کے جلد زبح کر کے ان کو راحت پہنچاؤ۔

2۔ ایسی جگہ زبح کرو جہاں دوسرے جانور کی نظر نہ پہنچ رہی ہو۔

امر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بحد الشفرة وان توادي عن ابهام (بہقی جلد نمبر 9 ص 280)

3۔ جانور جب بالکل ٹھنڈا ہو جائے تو اس وقت کھال اُتارو۔

4۔ اذا ذبح احدكم فليجتهذ

کہ جب تم جانوروں کو زبح کرنا چاہو تو اس سے پہلے سب سامان زبح درست کر لو۔

ایک واقعہ

حضور ﷺ نے ایک شخص کو دیکھا کہ زمین پر جانور کو لٹا کر چھری تیز کر رہا تھا۔ اور جانور کی نگاہ چھری پر جا رہی تھی۔ تو حضور ﷺ نے فرمایا!

افلا قبل ہذا

تم نے یہ تیاری پہلے سے کیوں نہ کر لی۔

دوسرا واقعہ

حضرت عمر نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ بکرا ذبح کرنے کیلیئے لایا اور اس کے سامنےچھری تیز کرنے لگا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو درہ لگایا اور فرمایا!

تو یہ منظر دیکھا کر اس کی روح کو موت سے پہلے ہی تکلیف دے رہاہے یہ کام تو نے جانور لانے سے پہلے کیوں نہ کر لیا۔

ایک اور واقعہ بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق مروی ہے۔ کہ ایک آدمی کو دیکھا کہ بکری ذبح کرنے کےلیئے لے جا رہا ہے۔ بکری پچھڑ رہی ہے۔ اور اس کو رسی میں باندھ کر زبردستی کھینچ کھینچ کر لے جا رہاہے۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس پر بھی درہ چلایا اردرہ چلانے کے بعد فرمایا!

سقها لاالملک الی الطوت شوقا،جمیلا (بہقی جلد نمبر 9ص 281)

ایسے بے شعور آدمی جانور کو ذبح خانہ میں آرام سے لے جا اور راحت سے لے جا۔ ان تمام حقائق سے مذکورہ بالا الزام کی صاف تردید ہوجاتی ہے۔ثابت ہوتا ہے کہ جانور کے ساتھ اس کے ذبح تک کے آداب میں آرام و راحت شریعت کو ملحوظ ہے۔ پس جو لوگ اس قسم کا اعتراض کرتے ہیں۔ وہ اس حقیقت کو فراموش کر دیتے ہیں۔ کہ رات دن ان سے بھی لاکھوں جرثوں کو جیوتیاں ہوتی رہتی ہیں۔ موجودہ سائنس ہے کہ ایک مربع انچ فضا میں پا ٔو پانی میں کروڑوں کے قریب چھوٹے چھوٹے کیڑے ہوتے ہیں۔ جس کو پا ٔوں سے روندا جاتا ہے۔ کروٹوں سے مسلا جاتا ہے۔ جب آپ پانی پیتے ہیں ہنڈیا پکاتے ہیں۔ گرم پانی سے غسل کرتے ہیں۔ تو یہ سب تلف ہوتے رہتے ہیں۔تالابوں وغیرہ کا پانی نکال کر کھیتوں وغیرہ میں پہنچایا جاتا ہے۔ مچھلیاں اور پانی کے بے شمار کیڑے تالاب کے خشک ہونے کی وجہ سے تڑپ تڑپ کر جان دے دیتے ہیں۔ ہم کھٹملوں اور پسوئوں اور مچھروں کو اپنے فائدے کیلیے مسل دیتے ہیں۔ بیل کے زخموں سے کیڑوں کو اور کروڑوں ٹڈیوں کو زہر دے کر فنا کیا جاتا ہے۔ یہ رحم کے علمدار ایسے موقعوں پر بالکل خاموش نظر آتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کو تو تقویٰ درکار ہے۔ گوشت پوست تو اُس کو نہیں پہنچتا۔ اسلیئے قربانی کرنا بے سود ہے۔ لیکن ان کا یہ خیال غلط اور شریعت کے منشاء کے خلاف ہے عید قربانی کے دن اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب عمل اہراق دم ہے ایک ایک بال کے بدلے ثواب کا وعدہ کیا گیا ہے۔ اس دن صدقات مالیہ کی کئی اہمیت نہیں ہے جوہر نیرہ جلد2ص 251 میں ہے۔

شراء الاضحیۃ بعشر دراہم خیر من التصدق بالف دراہم کذا (فتاویٰ عالم گیری جلد4ص 15)

یعنی قربانی کے جانور دس درہم خرچ کرنا ہزار درہم صدقہ کرنے سے بہتر ہے۔ معلوم ہوا کہ یعنی قربانی کے دنوں میں صدقات مالیہ مطلوب نہیں بلکہ اہراق دم ہی مقصود ہے۔ جو سائنسدان نباتات میں حیات کے قائل ہیں۔ ان کے لحاظ سے تو ہمارے معترضین کے جیو ھتیاں میں اور بھی اضافہ ہوجاتا ہے آپ اپنے فائدوں اور ضرورتوں کیلیئے ان درختوں کو بلا تامل کاٹتے۔ پھاڑتے اور چیرتے ہیں۔ نیز دنیاوی سازوسامان تیار کرلیتے ہیں۔ پس جب ایسی احساس شعور رکھنے والی چیزوں کی ایزارسانی پر کوئی جواب آپ رکھتے ہیں۔ تو پش کیجئے اور اسی کو ہماری طرف سے جواب سمجھیں۔ ع

این گناہیت کہ ورشہر شمار نیز کنند

آخر میں عرض ہے کہ قربانی کے ایام میں صرف قربانی مقصود ہے۔ صدقات مالیہ کے خرچ کو ان کا قائم مقام ٹھرانا سخت غلطی ہے۔ جیسا کہ منکرین حدیث کہا کرتے ہیں۔ مقصود قربانی ہے۔ اتفاق دراہم نہیں۔ بعض لوگ قربانی پر یہ اعتراض کرتے ہیں۔ کہ جانور کو ذبح کرنے سے کیا فائدہ اس کی قیمت ادا کر دی جائے۔ اور رقم کو قوم کے کسی تعمیر فنڈ میں لگا دیا جائے۔ ایک شخص پانچ پانچ سو اور ہزار ہزار روپے کے جانور خرید کر ہر سال قربانی کرتا ہے۔

ھٰذا ما عندي واللہ أعلم بالصواب

فتاویٰ علمائے حدیث

جلد 13 ص 51-55

محدث فتویٰ